سوال

(103)اگر بچہ پیدائش کے بعد ساتویں دن سے پہلے ہی وفات پا گیا

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

1۔ اگر بچہ پیدائش کے بعد ساتویں دن سے پہلے ہی وفات پا گیا ہو اور اس کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو کیا اس کی وفات کے بعد عقیقہ ہو سکتا ہے۔ ؟

2۔ عقیقہ کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ ؟

3۔ اگر بچہ پیدائش کے چند ماہ بعد فوت ہو گیا ہو۔ اور اس کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو۔ تو اب اس کی وفات کے بعد اس کے عقیقہ کا جانور ذبح کر دینا عقیقہ کا مکمل ثواب رکھتا ہے۔ ؟

4۔ مسمی بکر کا عقیقہ پیدائش کے بعد مسنون ایام میں نہیں کیا گیا۔ کیا وہ شخص سن بلوغت کے بعد اپنے عقیقے کا جانور ذبح کرا دے تو عقیقہ کے ثواب ملے گا۔ ؟

5۔ مندرجہ بالا صورتیں بوجہ مفلسی بچوں کے والدین کو پیش آئی ہیں۔ اس لئے والدین بچوں کی زندگی میں عقیقے کی سنت ادا نہیں کر سکے۔ ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

1۔ شریعت مطہرہ میں عقیقہ کا دن ساتواں مقرر کیا گیا ہے۔ حضرت سمرہ کی روایت میں ہے۔

كل غلام مرتهن بعقيقة مذبح عنه يوم سابعه الحديث اخرجه الخمسة وصححه الترمذي وغيره

اور نیل لاطار میں ہے۔

وفيه دليل على ان وقت اعقيقة سابع الولادة وتسقط ان مات قبله (ملحض ج5ص113)

خلاصہ یہ کہ جب بچہ پر ساتوں دن آیا ہی نہیں۔ تو ادائے حکم کا وقت نہ آیا پھر عقیقہ کیسا؟

2۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ عقیقہ ضروری ہے یا استحبابی۔ حافظ ابن حزم اور ان کے ساتھی وجوب وفرضیت کے قائل ہیں۔ (محلی ج7ص525)

دوسری طرف ایک جماعت کثیرہ ہے۔ کہ عقیقہ واجب نہیں ہے بلکہ سنت موکدہ ہے۔ امام مالک۔ امام احمد بن حنبلؒ۔ اسی طرف ہیں۔ وہ آپ ﷺ کے۔ عامر مذکورہ کا صارف عن الوجوب

پہلی روایت کا ماحصل آنحضرت ﷺ کا تاکیدی حکم ہے۔ کہ عقیقہ کیا جائے دوسری روایت کا منشا یہ ہے کہ اگر کوئی چاہے تو عقیقہ کرسکتا ہے۔

امام بخاری نے بھی عدم وجوب کا مسلک اپنایا ہے۔

فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے۔ کہ ابراہیم بن الجاموسیٰ عبد اللہ بن طلحہ۔ اور ابراہیم بن النبی ﷺ کے عقیقے میں منقول نہیں ہیں۔ (مطبوعہ انصاری ج 5 ص 277)

اگرچہ یہاں کہا جاسکتا ہے۔ کہ عدم کا زکر عدم حکم کو مستلزم نہیں۔

حافظ ابن حجر نے تحفۃ الودود باحکام المولود (ص 16۔18) میں دونوں فریق (قائلین وجوب و سنت) کے دلائل تفصیل سے زکر فرمائے ہیں۔ ان کا اپنا رحجان آخر الزکر کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ اور یہی راجح بھی ہے۔ ہاں امام احمد کے مسلک میں یہ ہے کہ قرض اٹھا کر بھی اس فضیلت سے محروم نہیں رہنا چاہیے کیونکہ عقیقہ کو رواج دینا ایک سنت کا احیاء ہے۔ (تحفۃ الودود ص 17)

3۔ کسی صحیح حدیث میں اس کا زکر نہیں ہے۔ کہ عقیقہ کا دن گزرنے کے بعد بھی عقیقہ ضروری ہے۔ بناء بریں علماء کرام کی رائے۔ اس بارے میں مختلف ہوگئی۔

(الف) امام مالک کا فتویٰ یہ ہے کہ ساتویں دن کے بعد وقت ختم ہے۔ اس کے بعد عقیقہ کا ثواب نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ 7۔14۔21 تک گنجائش ہے۔ اس کے بعد وقت ختم

(المنتقی الباجی ص 102 ج 3)

اس دوسرے قول کی بنیاد ممکن ہے۔ یہ حدیث ہو۔

عن عبد اللہ بن بریدہ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال العقیقۃ تذبح بسبع والاربع عشرۃ ولاحدي وعشرون اخرجہ البیھقی (ص 303 ج 9)

لیکن اس کی سند میں اسماعیل بن مسلم ایک راوی جو ضعیف ہے۔ اور اس حدیث کا درومدار اسی پر ہے۔ (فتح الباری ج 5 ص 281)

یہ ضرور ہے کہ اس پر اہل علم کا س عمل امام ترمذی نے نقل فرمایا ہے۔ تحفۃ الودود (19) میں ہے۔

وہو قول عائشۃ وعطاء واحمد واسحاق

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عطا۔ امام احمد۔ اسحاق کا یہ مسلک ہے۔

(ب) امام ابن حزم کی رائے ہے۔ کہ ساتویں دن اگر میسر نہ ہوسکے تو دوسرے کسی وقت میں جب ممکن ہو۔ اس لئے عہدہ براء ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔

فان الجبر یذبح فی الیوم السابع ذبح بعد ذلک متی امکن فرضا (محلی 523 ج 7)

امام لیث فرماتے ہیں۔ ساتویں پر مہیانہ ہوسکا۔ تو اس کے بعد ضروری نہیں۔ تاہم اگر بعد میں عقیقہ کردیا جائے تو ٹھیک ہے۔۔

فان لم یتہا لھم العقیقۃ یوم سابعہ فلا باس ان یعق عنہ بعد ذلک ولیس بواجب ان یعق عنہ بعد سبعۃ ایام (تحفۃ الودود ص 19)

بلکہ امام محمد بن سیرین تو یہاں تک فرماتے ہیں۔ اگر مجھے پتہ چلے کہ میرا عقیقہ نہیں ہوا تو میں خود اپنا عقیقہ کروں گا۔

لو علم انی لم یعق عنی لعقیقة عن نفسی (فتح ج5ص281)

یہاں یہ عمل قابل زکر ہے۔ کہ کسی واقعی عذر کے بغیر ساتویں دن کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔ یہ ایک تعبدی چیز ہے۔ اور عبادت سمجھ کر ہی اسے بجا لانا ضروری ہے۔ یہ تقریب نہیں ہے۔ کے تقریب کے لوازم پورے کرنے کیلئے ساتواں دن ضائع کر دیا جائے۔ اسی صورت میں خطرہ ہے۔ کہ عقیقہ کی اصل غرض اس شکر جس کا نتیجہ ثواب ہے۔) حاصل نہ ہو۔ لیکن اگر کسی واقعی عذر افلاس وغیرہ) کی وجہ سے ساتویں تاریخ رہ گئی ہے۔ تو پھر ممکن حد تک جلدی کرنے کی صورت میں عقیقہ کا ثواب پانے کی قوی امید ہے۔ دلیل اس آیات قرآنی کا عموم ہے۔) سورۃ تغابن) (سورۃ طلاق)

واللہ اعلم بمافی نفوسکم

4۔ جہاں تک ظاہر حدیث کا تعلق ہے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ عقیقہ کی زمہ داری جیسی کچھ بھی ہے۔ والد پر عائد ہوتی ہے۔

یجب علی الاب وہو منصوص عن احمد (تحفة الودود ص17)

5۔ ایک قرض تو متعاد قسم کا ہوتا ہے۔ ادھر لیا ادھر دے دیا۔ ایسا قرض تو اس قسم کے کار خیر سے مانع نہیں ہونا چاہیے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ قرض لے ک احیاء سنت کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت کرے گا۔ اور زیادہ عنایت فرمائے گا۔

وانی لاحب ان تحی ہذہ السنة ارجوا ان یخلف اللہ علیہ (تحفة الودود ص17)

لیکن خدا نہ کرے اگر قرض ایسا ہی ہو جس نے قمر تو ر رکھی ہو۔ تو حق تعالیٰ سے درگزر کی توقع ہے۔ (البقرۃ)

گروی کا مطلب شفاعت ہی ہو تو ایسا قوی عذر مانع شفاعت نہیں ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ لیکن

کل غلام مرتہن بعقیقة

یہ مشہور مطلب بعض علماء نے بیان فرمایا ہے۔ لیکن اس کے اور معنی بھی ہیں۔ حافظ ابن قیم نے تحفة الودود میں بڑی تفصیل سے اس پر بحث فرمائی ہے۔ جو پڑھنے کے لائق ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ عقیقہ کا فائدہ بچے کی روحانی پایئدگی ہے۔ عقیقہ نہ ہونے کی صورت میں شیطان اس کی روحانی ترقی میں رکاوٹیں پیدا کرنے کے درپے رہتا ہے۔ مگر جب اس کی طرف سے ایک جانور حق تعالیٰ کے نام پر ذبح کر دیا جاتا ہے۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ شیطان بند کھولنے کا سبب بنا دیتا ہے۔ (اخبار الاعتصام جلد 6 ش 40 لاہور)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 13 ص 204

محدث فتویٰ